ڈاکٹر جاوید چانڈیو

شاہ لطیف کا سرائیکی وسیب سے تعلق

Abstract

Shah Latif's relation with Siraiki Region

According to the topic, this article explores the relation between Siraiki and Sindhi Language and literature. This historical and cultural connection is described through the life and poetry of the greatest Sindhi poet and mystic Shah Latif who travelled through Siraiki Land and observed the great mystic tradition of the region. His keen observation and poetic genius helped him incorporate the Cultural, Linguistic and Mystic ideas of the Indus Valley Civilization in his poetry in such a fashion that every expression is enriched with pure Sindhi Color. The great Poet with his unique Sindhi taste, interacted with the ideas of different mystic orders like Suhurwardiya, Chishtiya and Owaisia, having their Great centers at Multan, Uch and Bahawalpur but he created his own way. This article is the first detailed account in this direction.

مشہور عرب جغرافیہ دانوں اصطخری اور ابن حوقل نے دسویں صدی عیسوی کے نصف آخر956ء کے لگ بھگ ملتان اور سندھ کی زبانوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ منصورہ اور ملتان کے ارد گرد کے علاقوں میں عربی اور سندھی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ سندھ اور ملتان کے قدیم سیاسی، ثقافتی اور لسانی تعلق کے حوالے سے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور اس پس منظر میں ڈاکٹر بلوچ کی یہ رائے بھی قابل فہم ہے کہ ’ سندھی زبان کا اثر ملتان تک پہنچا اور ملتان اور سندھ کی سرائیکی (سرے والی) زبان سندھ میں رائج ہوئی اس طرح سندھی اور سرائیکی گویا دونوں خطوں کی مشترکہ زبانیں بنیں‘ (۱)۔ یہی سبب ہے کہ ڈاکٹر بلوچ نے البیرونی کی کتاب الہند اور کتاب ’ الصّیدنہ فی الطب‘ میں سے جو کہ البیرونی کے قیام ملتان (1017 1030ء) کے زمانے میں لکھی گئی تھیں، قدیم سندھی الفاظ کی ایک فہرست مرتب کی ہے (2) جس کے پیچھے یہ یقین کار فرما ہے کہ یہ الفاظ سرائیکی کے تو ہیں ہی مگر سندھی بھی اس پر اپنا دعویٰ کر سکتی ہے کیونکہ یہ دونوں زبانیں آپس میں بہنیں ہیں اور ان کے الفاظ بھی آپس میں ملتے جلتے ہیں۔

اس بات پر سندھی اور سرائیکی محققین تقریباً متفق نظر تے ہیں کہ ایک ہزار سال قبل سندھ سے

ملتان تک ایک ایسی زبان بولی جاتی تھی جو سیاسی مراکز کے علیحدہ ہونے کے بعد آزادانہ طور پر ترقی کر کے جدید سندھی اور سرائیکی زبانوں کی صورت میں تقسیم ہو گئی۔ ان زبانوں کے علیحدہ ہونے کا عمل ڈاکٹر مہر عبد الحق کے مطابق تمیم بن زید کی موت کے بعد 111ھ /730ء میں شروع ہو گیا تھا (3)۔ جبکہ میر حسان الحیدری اس عمل کے مکمل ہونے کا زمانہ 1100ء کے لگ بھگ لکھتے ہیں (4)۔ قدیم سندھ اور ملتان کے تعلق پر ایک دلچسپ اور بھرپور مطالعہ ’سندھی بولی جی لسانی جاگرافی‘ میں ڈاکٹر غلام علی الانا نے کیا ہے جس میں سندھی کی سرائیکی پر فوقیت پر زور دیا گیا ہے (5) مگر یہ مطالعہ سندھی اور سرائیکی عوام اور ان کی زبانوں کے تعلق پر گراں قدر حوالہ جات سے مزین ہے۔

بارہویں اور تیرہویں صدی عیسوی ملتان میں صوفیانہ تحریک کے اثرات سے بھرپور ہے جب بہاء الدین زکریا ملتانی سہروردی، اُچ کے مخدوم جلال الدین بخاری سہروردی، لعل شہباز قلندر (ان کا تعلق بھی سہروردی سلسلے سے ہی بتایا جاتا ہے) اور بابا فرید الدین گنج شکر ملتانی چشتی جیسے بلند پایہ صوفیا کی ’چوپاری‘ سندھ اور ملتان کے عوام میں مشہور و مقبول ہوئی اور ان کے اثرات آنے والے زمانے پر بھی بہت گہرے ثبت ہوئے۔ صوفیانہ ثقافتی اور لسانی اثرات کا یہ سفر شمال سے جنوب کی طرف یعنی ملتان اور اُچ سے سندھ کی طرف دریائے سندھ کے بہاؤ کے رُخ پر چلتا ہے۔ اسی بہاؤ کے رخ پر حضرت غوث بندگی قادری اُچوی کے سلسلہ قادریہ اور خواجہ محکم الدین سیرانی اویسی کے سلسلہ اویسیہ کی توسیع بھی ہوتی ہے۔ میں اسے یوں کہوں گا کہ دریائے سندھ، سرائیکی وسیب سے صوفیاء کے میٹھے گیت، سماع کی محفلیں، بابا فرید کے دوہے اور دم بہاءُ الحق کے نعرہ ہائے مستانہ اپنی موجوں کے دوش پر اُٹھا کر سندھ اور سندھی زبان سے ہم آغوش ہو کر ابدیت کے سمندر میں جا گرتا ہے۔

ہم شاہ عبد اللطیف (1689-1752ء) سے پہلے کے دور کے سندھ اور ملتان کے بارے میں بات آگے بڑھا رہے ہیں۔ بہت سے تاریخی، سیاسی، ثقافتی اور لسانی حوالوں کو دُہرائے بغیر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ روحانی ثقافتی دُنیا میں شاہ عبد اللطیف سے پہلے کے سندھ پر بہاؤالدین زکریا ملتانی (12621182ء) کے اثرات بہت گہرے ہیں۔ کیونکہ ان کے ہم عصر جلیل القدر چشتی صوفی بابا فرید (1188-1280ء) بھی سندھ کو شیخ بہاء الدینؒ کی اراضی یا علاقہ کہتے تھے (6)۔ ڈاکٹر بلوچ تاریخ فیروز شاہی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ان کے پوتے شیخ رکن الدینؒ نے سارے سندھ کو اپنا مرید کر لیا تھا اور علما کی کثیر تعداد بھی ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئی (7)۔ تاریخِ معصومی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: سومرہ بادشاہ دودو سومرو بھی شیخ بہاء الدین زکریا

Shah Abdul Latif Bhitai Chair

ملتانیؒ کے خلیفہ پیر پٹھے (و:1248ء) کا عقیدت مند تھا اور (124648 میں) ملتان میں ملاقات کر کے درگاہ کی زمین ان کی نذر کی۔ سومرہ دور کے ان بزرگوں نے سندھ کے عوام کی روحانی اور اخلاقی تربیت میں اہم کردار ادا کیا۔ ڈاکٹر بلوچ لکھتے ہیں کہ غوث پاک اور بابا فرید کی درگاہوں سے ذکر اور سماع کے جو سلسلے شروع ہوئے وہ مقامی زبانوں بالخصوص سندھی اور سرائیکی میں تھے (8)۔ سماع کی محفلوں کے یہ صوفیانہ گیت ملتان، پاک پتن اور اُچ سے سندھ کی طرف سندھو دریا کے پانیوں کے ذریعے سفر کرتے رہے۔

غوث کے پاندھی سندھ سے ملتان کی طرف آتے تھے۔ قلعہ ملتان پر غوث بہاء الدین زکریا ملتانی اور شاہ رکن عالم کے مزار پر حاضری اور اسلام کی آمد سے بھی پہلے ملتان کے سورج دیوتا کا مندر، سندھ اور ہند کے لوگوں کے لئے روحانی مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔ پھر بدھ بھکشوؤں کے زمانے میں بھی ملتان اس پورے خطے کا مرکز رہا ہے۔ جیسا کہ ہیون سانگ نے اپنے سفر نامے میں بیان کیا ہے۔ اسلام کی آمد سے پہلے ملتان شمال مغربی ہندوستان میں مکہ جیسی اہمیت کا حامل شہر تھا اور اس شہر کے ثقافتی، لسانی اور سماجی اثرات اس پورے خطے پر بہت گہرے ہیں۔ ہم غوث کے پاندھیوں کی بات آگے بڑھاتے ہیں جو شاہ لطیف کے زمانے میں اور اس سے بہت پہلے پاپیادہ ملتان کا سفر کرتے تھے اور سندھی ابیات گاتے ہوئے منزل در منزل ملتان پہنچتے تھے اور ملتان سندھی گیتوں سے گونج اُٹھتا تھا۔

غوث کے ان پاندھیوں یا ملتان کے یاتریوں سے شاہ عبداللطیف کے آباؤاجداد کا روحانی تعلق بھی گہرا تھا۔ میمن عبدالمجید سندھی 'شاہ کریم جو کلام' میں لکھتے ہیں کہ شاہ صاحب کے تڑدادا شاہ کریم (1538-1622ء) پیر پٹھے سہروردی کی درگاہ پر بھی زیارت کے لئے جاتے تھے۔ 'بیان العارفین' میں شاہ کریم کی زبانی آیا ہے کہ پیر پٹھے کی درگاہ پر چار درویشوں کے ساتھ مل کر اُنہوں نے کھانا کھایا تو اُس کھانے کے بعد اُن کا اندر روشن ہو گیا (9) سندھی صاحب تحفتہ الکرام کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں کہ شاہ کریم نے مخدوم نوح (1500-1586ء) سے بہت فیض حاصل کیا اور انہی کے کہنے پر بُلڑی میں آن بسے۔ 'دلیل الذاکرین' میں سے شاہ کریم کی زبانی لکھتے ہیں کہ 'جب میں نے سلوک کی وادی میں قدم رکھا تو مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوتی تھی کہ گڈری اُتار کر برہنہ رہوں مگر جب مخدوم (نوح) صاحب کی خدمت میں پہنچا تو یہ خیال میرے دل سے نکل گیا اور شریعت پر مستقیم ہو گیا' (10)۔ میمن عبدالمجید سندھی تحفتہ الکرام کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں کہ شاہ کریم کے مرشد مخدوم نوح پر سہروردی سلسلہ ختم ہو گیا (11)۔ مخدوم نوح ہالائی کے ساتھ شاہ لطیف کے تڑدادا شاہ کریم کی عقیدت مندی اور مرادیں پوری ہونے کے دیگر واقعات بھی ریکارڈ پر ہیں جن سے یہ

اندازہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ شاہ لطیف کے خاندان پر ملتان کے سہروردی سلسلے کے اثرات کتنے گہرے تھے۔ شاہ کریم کی شاعری کے ساتھ ساتھ یہ روحانی اثرات اور روایات بھی شاہ لطیف تک پہنچی ہوں گی۔

شاہ کریم کے ابیات کا ایک ذخیرہ ایسا بھی ہے جو سندھ کی سہروردی جماعت یعنی غوث کے پاندھیوں اور ملتان کے یاتریوں میں صدیوں سے گائے جاتے ہیں۔ ایسے ابیات کا ایک مجموعہ 'گلزارِ غوثیہ' 1927ء میں ٹنڈو محمد خان سے شائع ہوا تھا جس کے مؤلف فقیر سید علی شاہ گوہری کچھی تھے۔ جنہوں نے 'اذکارِ غوثیہ ترجمہ انوارِ غوثیہ' بھی شائع کیا تھا اور اُن کے ایک قلمی رسالہ "گلدستۂ غوثیہ" کی کاپی راقم کے پاس ہے۔ ان رسائل میں غوث العالم بہاء الدین زکریا ملتانی کے سندھی خلفاء، مریدوں اور ملتان کے پاندھیوں کا تذکرہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان رسائل میں کثیر تعداد اُن سندھی ابیات اور وایوں کی ہے جو ملتان شریف کے پاندھی بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ ہم ان ابیات کا ذکر آگے چل کر کریں گے۔ اس وقت سید علی گوہری کچھی کی تحقیق 'گلدستۂ غوثیہ' قلمی 1959ء سے ایک روایت نقل ہے کہ 'سید شاہ عبدالکریم بُلڑی والے کے والد ماجد سید میاں للہ (لال شاہ) کی قبر اطہر بدین شریف کے پاس، کنارہ میر واہ مقام سید ناشہاب الدین شاہ بن شاہ اسماعیل ملتانی غوث پوتے کے روضۂ مبارک کے بیرون ہے... درگاہ مبارک کے سلام کرنے والے ان بزرگوں کا سلام بھی بھرتے ہیں (12) یعنی شاہ لطیف کے آباؤاجداد کا ملتان کے پاندھی سہروردی صوفیا سے ایک گہرا تعلق تھا۔

'گلدستہ غوثیہ' میں شاہ عبداللطیف کے ننہیال کے حوالے سے مرقوم ہے کہ اُن کا تعلق بھی 'سہروردی طریقے سے تھا جو 'ڈیرے فقیر' کہلاتے ہیں جو اصل میں ساٹ قوم سے ہیں۔ فقیر لقب غوثی جماعت والوں کو ملا ہوا ہے جو ملتان شریف کے پاندھی ہوتے ہیں۔ روٹ کی صلاح بھی اُسی کو کرتے ہیں جو غوث کا پاندھی ہو اور رشتے ناتے بھی اُنہی کے ساتھ کرتے ہیں جو غوث کے پاندھی ہوں۔ سید حبیب شاہ بھی اُن کے ساتھ ملتان شریف جاتے تھے اور روٹ میں بھی شریک رہتے تھے اور اُنہی کے گاؤں میں رہتے تھے۔ بھٹائی صاحب بچپن سے جب کبھی ملتان شریف جاتے تھے تو تب بھی وہاں کے ڈیرے فقیر اُن کے رفیق ہوتے تھے۔ جن میں سے اجن فقیر ڈیرو، سکھر فقیر ڈیرو اور جانی فقیر ڈیرو کے علاوہ اور بھی کئی ڈیرے فقیر پنجاب کے سفر پر جاتے تھے (13)۔

ڈاکٹر بلوچ اپنے مقالات کے مجموعے 'شاہ عبداللطیف' میں تقریباً 'گلدستہ غوثیہ' کی عبارات کی تصدیق کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ: 'کافی وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ شاہ عبداللطیف کی ولادت

Shah Abdul Latif Bhitai Chair

کے بعد، شاہ حبیب کا قیام گوٹھ علی محمد ڈیرے میں ہوا۔ ہمارے بھٹائی صاحب کا بچپنا بھی وہیں گذرا اور اُن کی والدہ ماجدہ بھی آخر دم تک وہیں رہیں(14)۔ڈاکٹر بلوچ کا بھی یہی کہنا ہے کہ بھٹائی صاحب کے فقرا ٔمیں سے اکثریت ڈیرے فقیروں کی تھی جو اُن کے بچپن کے یارِ وفادار تھے۔ان فقیروں میں اجن فقیر ڈیرو۔ سکھر فقیر ڈیرو، جانی فقیر ڈیرو اور بھٹائی صاحب کے خالہ زاد بھائی محمد عالم فقیر ڈیرو شامل تھے۔'گلدستہ غوثیہ' کے مصنف ان فقیروں کا ذکر غوث کے پاندھیوں میں کرتے ہیں۔ دیہہ سئی کندر تعلقہ شہداد پور کے ان فقراء کے بارے میں 'گلدستۂ غوثیہ' میں یہ بیت بھی دیا گیا ہے(15)۔

سُئی کندر سجن بئی ساتھ جو سینگار ثابت سایا تن میں سُنہڑو سمجھدار

در لنگھے واھوند جا سرن اترپار نعرہ ہنڑی نِروار، ھلن حضرت غوث ڈے

مصنف 'گلدستہ غوثیہ' کا کہنا ہے کہ: 'حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ بھٹائی صاحب ملتان شریف دو تین بار گئے ہیں کیونکہ اس کے راستے میں جو بستیاں، مکان یا منزلیں ہیں اُن کے نام، حکایات یا اُن کے ابیات اور وائیوں سے ظاہر ہوتے ہیں' (16) انہوں نے کئی مقامات کا ذکر بھی کیا ہے اور روایات اور راویوں کے حوالے بھی دیئے ہیں مثلاً چند ابیات درج ذیل ہیں۔

بیت: واھوند میں وسے تھی، سُری پیو سُکار

لاتھائیں لطیف چئے، متھاں ڈیہہ ڈُکار

وحدت جو واپار، روضے شاہ رکن جے

بیت: روضے شاہ رکن جے بادل کن بہار

وڈ پھُڑو واکا کرے نارے تے نروار

سارنگ لہج سار، سکاین جی سید چئے (17)

بیت: مکے متھاں موٹیوں اٹھیوں تھے عرفات

روضے پاک رسول جے رنگ کیاؤں رات

وجڑیوں پر بھات، موٹی مصر آیوں

بیت: کیاؤں میراں سندو مجرو، مہر کیوں جیلان

جتے غوث بہاء الدین اُتے مُرکیوں میں ملتان

کھنوے خراسان، سکھ وسائیں سندھڑی (18)

(آخری دو ابیات کے نیچے ' از رسالہ شاہ بھٹائی، چھاپہ بمبئ' بھی لکھا ہوا ہے۔)

بیت: روضو شاہ رکن جو گوہر متھس گل

سماع جا سید چئے حاذق کریں ھُل

اِہڑا پیر اُل کو نہ بھیٹیو بھیٹئیں (19)

ہمیں شاہ عبد اللطیف کے خاندانی پس منظر میں اُن کے ددھیال اور ننھیال پر ملتان اور وہاں کے سہروردی مشائخ کے روحانی، ثقافتی اور سماجی اثرات کے حوالے سے مزید شہادتیں بھی دستیاب ہیں جن پر غالباً سندھ کے علماء نے خصوصی توجہ نہیں فرمائی۔ مثلاً مولانا دین محمد وفائی نے لکھا تھا کہ: 'سُر دھناسری میں بلال فقیر، حبیب فقیر، میوں فقیر، محمود فقیر، صالح فقیر کے ابیات ہیں جو اُن کے ناموں کے ساتھ دیے گئے ہیں ۔علاوہ ازیں بعض ابیات میں شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی اور اُن کے پوتے شیخ ابوالفتح رکن الدین کی تعریف کی گئی ہے جن کے ساتھ شاہ صاحب کا کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے(20)۔

مولانا وفائی مرحوم کے اس بیان سے کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ سُر دھناسری میں شاہ صاحب کے علاوہ دیگر فقیروں کا کلام اُن کے نام کے ساتھ شامل ہے مگر مذکورہ بالا حقائق اور شواہد کی روشنی میں یہ تحقیق ابھی باقی ہے کہ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی اور اُن کے پوتے شیخ ابوالفتح رکن الدین کے ساتھ شاہ لطیف کا کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے؟

کیا ہم شاہ لطیف کے بچپن، اُن کی والدہ اور اُن کے گاؤں کے ڈیرے فقیروں کے ساتھ اُن کے بچپن کے یاروں کے ساتھ اُن کے خواب و خیال میں کہیں بھی ملتان اور دم بہاء الحق کے نعرہ زن پاندھیوں کا تصور نہیں کر سکتے؟ کیا یہ شاہ لطیف پر غیر جانبدارانہ اور معروضی تحقیق کا ایک موضوع بھی نہیں بن سکتا کہ اُن کی والدہ ،نانا، عرس فقیر ڈیرو اور اُن کے خاندان کے روحانی نظریات نے بچپن اور جوانی میں شاہ عبد اللطیف پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔ڈاکٹر بلوچ کی یہ بات قابلِ غور ہے کہ: ' بھٹائی صاحب کی گھریلو زندگی اور بچپنے کے دور کے ماحول کا ان کی شخصیت اور فکر پر کافی اثر مرتب ہوا جو اُن کے کلام سے ظاہر ہے' (21) مولانا وفائی اور دیگر سوانح نگار اس بات پر تو متفق ہیں کہ شاہ صاحب اپنے بزرگ شاہ کریم کے مزار کے لئے کاشی کی اینٹیں لینے کے لئے کشتیوں کے ذریعے ملتان گئے تھے(22) بھیرومل 'لطیفی سیر' میں اس بات کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی لکھتے ہیں کہ شاہ صاحب 'اس بار ملتان صرف کام کے لئے گئے تھے نہ کہ سیر کے ارادے سے' (23) یعنی 'اس بار' سے واضح ہوتا ہے کہ شاہ لطیف نے ملتان کا یہ سفر پہلی بار نہیں کیا تھا اور مولانا وفائی اس بات کا بھی

Shah Abdul Latif Bhitai Chair

ذکر کرتے ہیں کہ ہالا کی سہر وردیہ درگاہ کے ساتھ شاہ صاحب اپنے داداشاہ عبدالکریم کی طرح عقیدت مندی اور اخلاص رکھتے تھے۔ کبھی کبھار طعام تیار کرا کے شاہ صاحب مخدوم صاحبان کی خدمت میں لے جاتے تھے تاکہ برکت کا سبب بنے'(24)اور یہ بھی اعتراف کرتے ہیں کہ:'مٹیاری کے درویش سادات میں سے بعض سہروردی طریقے کے بزرگ تھے اور بعض مخدوم بلاول کے سلسلہ کبروی (جو کہ سہروردیہ کی ایک شاخ ہے) میں داخل تھے اس لئے شاہ صاحب کا اپنے قریبی عزیز صوفیاء کے ساتھ بھی ملاپ ہوتا رہتا تھا اور وہ خاموش انداز میں ان سے بھی بہت کچھ سیکھتے رہے،(25)۔مولانا وفائی نے بہاولپور کے عظیم صوفی بزرگ خواجہ محکم الدین سیرانی اویسی کے ساتھ شاہ لطیف کے گہرے تعلقات کا ذکر بھی کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ خواجہ سیرانی نے شاہ لطیف کی خواہش پر اُن کے صوفی مصاحب تمر فقیر کی تربیت بھی کی جس سے وہ درجۂ کمال کو پہنچا(26)۔

شاہ عبداللطیف کی زندگی اور خیالات کا سرائیکی وسیب اور اُس کے صوفیا کے ساتھ ایک خاص تعلق رہاہے جن میں غوث العالم بہاؤالدین زکریا ملتانی، مخدوم جلال الدین بخاری اُچوی، خواجہ محکم الدین سیرانی اویسی، اور بابا فرید الدین گنج شکر کے افکار اور زبان کے ساتھ شاہ لطیف کے تعلق پر مزید تحقیق کے امکانات بھی موجود ہیں۔مولانا وفائی نے 'شاہ جے رسالے جو مطالعو' میں لکھا تھا کہ شاہ صاحب کے زمانے میں سندھی زبان سندھ کے جدا جدا حصوں میں جدا جدا لہجوں میں بولی جاتی تھی۔سندھ کے مشرقی حصے میں سرائیکی، بہاولپور اور سبزل کوٹ تک بولی جاتی تھی اور عام سندھی زیریں 'سندھ' میں بول چال کی زبان تھی جسے بعد میں علمی زبان کا چولا پہنایا گیا اور اسی زبان میں شاہ صاحب نے اپنی شاعری کے جوہر پیش کئے ہیں (27)وہ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ شاہ صاحب کی خدمت میں فقراء فارسی، ہندی اور سرائیکی میں بھی غزل اور ڈوہڑے گاتے جنہیں شاہ صاحب پسند فرماتے تھے اور یہ بیرونی اشعار بھی فقیروں نے قلمبند کر لئے تھے (28)۔مولانا وفائی کے مطابق شاہ صاحب اپنی خالص لاڑیچی سندھی میں کبھی کبھار کئی سرائیکی یا ہندی الفاظ خاص انداز میں جوڑتے یا پیوست کرتے چلے جاتے ہیں پر مجموعی طور پر ان زبانوں میں اُن کا شعر معلوم نہیں ہو پایا(29)۔

ہم سندھ میں سرائیکی زبان کے اثرات کے حوالے سے ڈاکٹر بلوچ کی تحقیق کو بیان کیے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتے جن کا کہنا ہے کہ 'سندھ اور ملتان کے درمیان تاریخی تعلق، سیاسی رابطوں اور روحانی رشتوں کے سبب صدیوں کے عرصے کے دوران سندھی اور سرائیکی کا سنبندھ بڑھا... نویں صدی ہجری کے آغاز میں

سرائیکی نہ صرف خاص سندھ بلکہ اوپر بہاولپور والے حصوں تک کتبوں اور تحریروں میں استعمال ہونے لگی... جام سکندر رسمّے کے عہد میں سندھی کے ساتھ ساتھ سرائیکی زبان سرے یا سندھ میں عام تھی... سندھی اور سرائیکی جیسے ایک ہی ملک کی دو زبانیں تھیں۔ خاص طور پر شمالی سندھ اور سرے میں دونوں کی قربت کی تصدیق قاضی قادن کے کلام سے ہوتی ہے(30)۔

قاضی قادن(14451551ء)سندھ میں سرائیکی اور سندھی کے پہلے باقاعدہ شاعر کہے جاتے ہیں جن کے سات اشعار پہلی بار شاہ عبداللطیف کے بزرگ شاہ کریم کے ملفوظات میں سے دریافت ہوئے تھے ۔ قاضی قادن میاں میر لاہوری کے نانا تھے جنہوں نے داراشکوہ کو اپنا مرید کیا۔1978ء میں ہیرو ٹھکر نے قاضی قادن کے 112 نایاب ابیات ہندوستان میں ہریانہ کے ایک مندر سے دریافت کر کے شائع کیے۔ قاضی قادن کے آباؤ اجداد اُچ سے بکھر، سیوہن اور پھر ٹھٹے میں آباد ہوئے۔اُن کے سندھی اشعار میں سرائیکی گرائمر اور الفاظ واضح نظر آتے ہیں اور بعض اشعار خالص سرائیکی زبان میں کہے گئے ہیں ۔ قاضی قادن کی شاعری پر ہیرے ٹھکر کے تعارف سے واضح ہوتا ہے کہ شاہ کریم، لطف اللہ قادری، میاں عنایت اور شاہ لطیف کے کلام میں بعض اشعار قاضی قادن کے شامل ہوگئے ہیں یا اُن سے ماخوذ ہیں یا اُن پر تصرف کیا گیا ہے ۔ہیرے ٹھکر کا کہنا ہے کہ:'سرائیکی ملتانی اثر، زبان کے گرامر والے روپ یا سٹرکچر پر چھایا ہوا ہے... سندھ اور ملتان کے صدیوں سے آپس میں سیاسی، روحانی اور تاریخی تعلقات رہے ہیں اور ملتان صوفیا کا گڑھ بھی رہا ہے اس وجہ سے قاضی قادن کی سندھی زبان پر یہ اثر فطری ہے'(31)۔ڈاکٹر بلوچ نے 'قاضی قادن جو رسالو' میں اس موضوع پر مزید شاندار تحقیق کی ہے اور وہ بھی قاضی قادن کی زبان اور فکر پر سرائیکی اثرات کا کھلے دل کے ساتھ اعتراف کرتے ہیں اور شاہ لطیف کی شاعری پر بھی قاضی قادن کی شاعری کے اثرات کا ذکر کرتے ہیں(32)۔

شاہ لطیف سے شاہ کریم تک کی شاعری کو متاثر کرنے والے قاضی قادن کی شاعری پر ملتان کے بابا فرید الدین گنج شکر کے شلوکوں کے گہرے اثرات کے حوالے دینے کے بعد آغا سلیم لکھتے ہیں کہ بابا فرید بنیادی طور پر سرائیکی زبان کے شاعر ہیں اور ان کی شاعری نے سندھی شاعری پر انمٹ نقوش چھوڑے ہیں (33)۔

آغا سلیم کا کہنا ہے کہ سندھی شاعری میں 'کانگل' اور 'ہنج' کی علامتیں بابا فرید کی سرائیکی شاعری میں سے آئیں۔انہوں نے شاہ لطیف اور قاضی قادن پر بابا فرید کی شاعری کے اثرات کی مثالیں بھی دی ہیں (

Shah Abdul Latif Bhitai Chair

34)۔

شاہ عبداللطیف بھٹائی کے حوالے سے سرائیکی اور سندھی زبانوں اور ادبیات کا یہ باہمی ربط دوطرفہ ہے۔ سرائیکی وسیب نے اپنے علمی، ادبی، روحانی، ثقافتی، اور صوفیانہ ورثے میں سے بہت کچھ سندھ کو دیا ہے اور اسی طرح سندھ نے بھی اپنے ادبی، علمی، روحانی، ثقافتی اور صوفیانہ ورثے میں سے سرائیکی وسیب کو بہت کچھ دیا ہے۔ ان دوطرفہ اثرات کی تحقیق کی جانب سندھی اور سرائیکی عالموں اور محققوں کی طرف سے خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ یہ مقالہ اس حوالے سے کام کی اہمیت کو اجاگر کرنے کی ایک کوشش ہے۔

حوالاجات:

1. بلوچ، ڈاکٹر نبی بخش خان (مترجم: شذرہ سکندری)، سندھی زبان و ادب کی تاریخ، سندھی ادبی بورڈ، جامشورو، بار اول 2009، ص 91
2. ایضاً، ص 6268
3. عبدالحق، مہر، سرائیکی زبان اور اس کی ہمسایہ علاقائی زبانیں، سرائیکی ادبی بورڈ، ملتان، 1977، ص 51
4. حسان الحیدری، میر، سرائیکی ادب، مقالہ مشمولہ تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند، چودھویں جلد، علاقائی ادبیات مغربی پاکستان (جلد دوم)، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، طبع اول، 1971، ص 265
5. الانا، ڈاکٹر غلام علی، سندھی بولی جی لسانی جاگرافی، انسٹی ٹیوٹ آف سندھالاجی، سندھ یونیورسٹی، جام شورو، 1979، ص ص 222 – 157
6. بلوچ، ڈاکٹر نبی بخش خان، سندھی بولی ایں ادب جی تاریخ، پاکستان اسٹڈی سینٹر سندھ یونیورسٹی، جامشورو، ٹیوں ایڈیشن 1990، ص 128
7. ایضاً، ص 128
8. ایضاً، ص 128
9. سندھی، میمن عبدالمجید، شاہ کریم جو کلام، روشنی پبلیکیشنز، کنڈیارو، ودھایل ایں سنواریل ایڈیشن 1995، ص 17
10. ایضاً، ص 17
11. ایضاً، ص 171
12. کچھی، سید علی گوہری، گلدستۂ غوثیہ (قلمی 1959ء) ملکیہ مقالہ نگار، ص ص 78 – 77
13. ایضاً، ص ص 79 – 78

14. بلوچ، ڈاکٹر نبی بخش خان، شاہ عبداللطیف (شاہ عبداللطیف جی سوانح، رسالے ایں راگ بابت تحقیق مضمون)، مہران اکیڈمی، کراچی، پہریوں چھاپو 1990، ص 26
15. کچھی، سید علی گوہری، گلدستۂ غوثیہ قلمی، مذکورہ، ص 79
16. ایضاً، ص 82
17. ایضاً ص 86، مزید دیکھیں: کچھی، سید علی گوہری، گلزارِ غوثیہ، ہند آفتاب پرنٹنگ پریس حیدر آباد، ٹنڈو محمد خان، 1927، ص 46
18. ایضاً، ص 115، مزید دیکھیں: گلزارِ غوثیہ، مذکورہ، ص 91
19. کچھی، سید علی گوہری، گلزارِ غوثیہ، ص 91
20. وفائی، مولانا دین محمد، لطف اللطیف، شاہ عبداللطیف بھٹ شاہ ثقافتی مرکز، بھٹ شاہ حیدر آباد، چوتھوں ایڈیشن 1991ء، ص 131
21. بلوچ، شاہ عبداللطیف، مذکورہ، ص 27
22. وفائی، لطف اللطیف، مذکورہ، ص ص 9596
23. آڈوانی، بھیرومل مہرچند، لطیفی سیر، بھٹ شاہ ثقافتی مرکز، بھٹ شاہ حیدر آباد، چوتھوں ایڈیشن 1989ء، ص 10
24. وفائی، لطف اللطیف، مذکورہ، ص 108
25. ایضاً، ص 24
26. ایضاً، ص 157
27. وفائی، مولانا دین محمد، شاہ جی رسالے جو مطالعو، وفائی پبلشنگ ہاؤس، کراچی، بیوں ایڈیشن 1976ء، ص 66، 65
28. ایضاً، ص 180
29. ایضاً، ص 186
30. بلوچ، سندھی بولین ایں ادب جی تاریخ، مذکورہ، ص ص 170، 164166
31. ٹھکر، ہیرو، قاضی قادن جو کلام، پوجا پبلیکیشنس، دہلی، پہریوں چھاپو 1978،، ص 82
32. بلوچ، ڈاکٹر نبی بخش خان، قاضی قادن جو رسالو، انسٹی ٹیوٹ آف سندھالاجی سندھ یونیورسٹی، جامشورو، پہریوں چھاپو 1999، دیکھیں ص ص 6366، 60، 5658، 4142
33. سلیم، آغا، بابا فرید گنج شکر جادوہا، انسٹی ٹیوٹ آف سندھالاجی سندھ یونیورسٹی، جام شورو، 1990، ص 26
34. ایضاً، ص ص 27، 26.

Shah Abdul Latif Bhitai Chair